رئیس احمد جعفری

(۴)

# عدالت

(مسلسل) ______

خلافت نبویہ کی چوتھی شرط ہے عدالت۔ واجب ہے کہ یہ زیادہ سے زیادہ پائی جائے۔ یعنی نہ صرف عدالت، بلکہ روح بھی اور اس کا جوہر بھی۔ اور جوہر کے اعتبار سے امام کے شایاں شان ہو۔

امام سے جو عدالت مطلوب ہے وہ انواع مختلفہ پر مشتمل ہے۔

یہ عدل امام کی ذات میں ہونا چاہیے۔ قرابت، رشتہ داری، تعلقات کو اس کے راستے میں مزاحم نہ ہونا چاہیے۔ اس عدالت کا اقتضا یہ ہے کہ نہ کسی کو ترجیح دی جائے۔ نہ ذاتی محبت اور ربط و تعلق کے باعث کسی کا ساتھ دیا جائے۔ جس سے محبت ہو اسے آگے نہ بڑھایا جائے۔ جس سے بغض ہو اسے دور نہ رکھا جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء اللہ ولو علیٰ انفسکم اوالوالدین والاقربین ان یکن غنیا اوفقیرا فاللہ اولیٰ بھما فلا تتبعوا الھویٰ ان تعدلوا وان تلووا اوتعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا"

یعنی ____ اے ایمان والو انصاف پر خوب قائم رہنے والے، اللہ کے لیے گواہی دینے والے رہو اگرچہ اپنی پر ہو، یا والدین اور دوسرے رشتے داروں کے مقابلے میں ہو وہ شخص اگر امیر ہے تو اور غریب ہے تو دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو زیادہ تعلق ہے، سو تم خواہش نفس کا اتباع نہ کرنا کہ تم حق سے ہٹ جاؤ، اور اگر تم کج بیانی کروگے یا پہلو تہی کروگے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمھارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔

امام کی عدالت کا اقتضا یہ بھی ہے کہ حالات کو بہت صحیح طور پر رو براہ کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملے میں بہت سختی برتا کرتے تھے، اور والیوں کے اختیار میں زیادہ سے زیادہ سخت معیار ملحوظ رکھتے تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"جسے امت کے معاملات کا اختیار حاصل ہے، اس نے ذاتی تعلق کی بنا پر کسی کو مورد کرم بنایا تو اس پر اللہ، ملائکہ، اور تمام لوگوں کی پھٹکار ہو گی" اللہ تعالیٰ نہ اس کے عدل کو قبول کرے گا نہ اس کا عدل و صرف قبول کرے گا۔"

ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا:

"جس شخص نے حاکم بنایا کسی جماعت پر کسی شخص کو حالانکہ اس سے بہتر لوگ موجود ہوں، اس نے اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں سے خیانت کی۔

---

عدالت امام یہ ہے کہ وہ دشمنوں کے ساتھ بھی پورا پورا انصاف کرے کیونکہ عدالت عالیہ عام ہے وہ کسی کی تخصیص نہیں کرتی۔ دوست، دشمن سب کے ساتھ وہ یکساں پیش آتی ہے۔ اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"لا یجرمنکم شنآن قوم علی ان لا تعدلوا، اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ!"

یعنی ــــ کسی جماعت سے تمہاری دشمنی کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں راہ عدل سے گریزاں کر دے۔ ہمیشہ عدل کرو کہ یہ تقوےٰ سے قریب تر ہے۔"

---

عدالتِ اسلامیہ، عدالت قانونی پر بھی مشتمل ہے جس میں حکم اسلامی سب پر بغیر کسی تفریق اور امتیاز کے جاری ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ تمام فقہا اس پر متفق ہیں کہ خود امام کسی غلطی کا ارتکاب کرے تو اسے سزا ملے گی۔ اور اگر وہ کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرے جس پر حد (شرعی سزا) دُرّے وغیرہ واجب ہوتی تو اس پر حد کا نفاذ بھی ہو گا۔

فقہار کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اگر خلیفہ کے ماتحت گورنر، اور حاکم وغیرہ سے کوئی ایسا جرم سرزد ہو جس پر شرعی سزا لاگو ہوتی ہو۔ یا قصاص واجب ہوتا ہو تو ان سے قصاص لیا جائے گا اور سزا نافذ ہو گی۔ یہ مسئلہ مجمع علیہ ہے یعنی اس پر سب کا اتفاق ہے۔

---

عدالت اسلامیہ، عدالت اجتماعیہ پر بھی مشتمل ہے، اور عدالت اقتصادیہ پر بھی چنانچہ ہم دیکھتے ہیں حضرت عمرؓ نے فاتحین کو اراضی عراق و مصر و شام کا حق ملکیت نہیں دیا۔ تاکہ وہ تونگر دل ہی کا اثاثہ بن کر نہ رہ جائے۔

امام مالک کا فتویٰ ہے کہ معادن کا حق ملکیت حکومت کو ہے نہ کہ افراد کو، کوئی شخص ان کی ملکیت نہیں حاصل کر سکتا۔

---

عمر بن عبدالعزیز نے حضرت حسن بصری سے استدعا کی کہ وہ امام عادل کے اوصاف بیان کریں جواب میں انھوں نے خلیفۂ وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز کو لکھا:

"اے امیرالمومنین!

آپ کو جاننا اور معلوم کرنا چاہیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے امام پر واجب کیا ہے کہ وہ ہر ظلم و جور کرنے والے کی سرکوبی کرے۔ اور ہر آدمی کے ساتھ انصاف کرے۔ فتنہ و فساد کو دور کرے۔ ہر ضعیف کی قوت بن جائے۔ ہر مظلوم کے لیے پیام انصاف بن جائے۔ ہر شرارت پسند کے لیے سرمایۂ دہشت بن جائے۔

اور اے امیرالمومنین!

امام عادل اس گلہ بان کی طرح ہوتا ہے جو اپنے اونٹوں سے شفقت اور مہربانی کا برتاؤ کرتا ہے۔ انھیں سرسبز اور شاداب چراگاہ میں لے جاتا ہے اور خراب مقامات پر لے جانے سے گریز کرتا ہے۔ انھیں درندوں سے

محفوظ رکھتا ہے، اور سرد موسم کی ناسا عدت سے ان کا تحفظ کرتا ہے۔

اور امام عادل اے امیر المومنین!

ایک ایسا باپ ہوتا ہے جو اپنے بچہ پر جان چھڑکتا ہے۔ جب تک طفل کم سواد ہوتا ہے اس کی انگلی پکڑ کر چلاتا ہے۔ جب سمجھ دار ہو جاتا ہے تو اسے سمجھاتا اور سکھاتا ہے۔ اپنی زندگی میں اس کے لیے سرمایہ اور آذوقہ فراہم کرتا ہے، اور اپنے بعد کے لیے اس کے لیے راحت و آسائش کا ساز و سامان فراہم کر جاتا ہے۔

اور اے امیر المومنین!

امام عادل مامتا بھری ماں کی طرح ہوتا ہے جو سایہ کی طرح بچّہ کے ساتھ رہتی اور اس کی دیکھ بھال کرتی رہتی ہے۔ پیٹ میں جب تک وہ رہتا ہے تو تکلیف برداشت کرتی ہے۔ جب ولادت کا وقت آتا ہے تب دکھ جھیلتی ہے۔ جب تک وہ بے شعور رہتا ہے اسے پالتی پوستی ہے۔ اسے خوش دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔ کبھی اسے دودھ پلاتی ہے۔ کبھی روٹی کھلاتی ہے۔ اسے آسائش میں دیکھ کر خوشی سے کھل جاتی ہے۔ اسے دکھی دیکھ کر تڑپ اٹھتی ہے۔

اور اے امیر المومنین!

امام عادل قلب کی طرح ہے جو اس کی عافیت سے درست رہتا ہے اور ان کی خرابی سے خود بھی ڈانواڈول ہو جاتا ہے۔

اور امام عادل اے امیر المومنین!

اللہ اور اس کے بندوں کے مابین ایک رشتہ ہے۔ اللہ کا کلام سنتا ہے، اور سناتا ہے۔ اللہ کے احکام کے سامنے سر جھکاتا ہے۔ اور لوگوں کو اس راستے پر چلاتا ہے۔

پس اے امیر المومنین!

اس غلام کی طرح نہ بن جایئے جس کے آقا نے اسے امانت سونپی، اپنے مال اور عیال کا ذمے دار قرار دیا۔ اس نے مال اُڑا دیا، اور عیال کو کہیں کا نہ رکھا۔ اس کے متعلقین کو فقیر بنا دیا، اور مال غارت کر دیا۔

اور اے امیرالمومنین!

موت اور مابعد الموت کو فراموش نہ کر دیجیے۔ وقت ہے اس قیامت کی گھڑی کے لیے سر و سامان بہم پہنچا لیجیے۔

اور جان لیجیے اے امیرالمومنین! آپ کو ایک ایسی منزل کی طرف جانا ہے جو آپ کی موجودہ منزل سے ایک بالکل الگ اور مختلف چیز ہے۔ وہاں کا قیام بہت طویل ہوگا۔ وہاں تک پہنچا کر دوست بچھڑ جائیں گے۔ وہ آپ کو تن تنہا ایک گڑھے میں ڈال کر چلے آئیں گے۔ پس ابھی سے وہ توشہ فراہم کر لیجیے جو وہاں حق رفاقت ادا کرے گا۔ یہ نفسی نفسی کا وقت ہوگا کہ بھائی، ماں، باپ، دوست، اولاد سے وہ کوئی تعلق نہ رکھے گا۔

پس اس وقت اے امیرالمومنین! آپ کو مہلت حاصل ہے۔ قبل اس کے کہ فرد عمل سامنے ہو جس میں چھوٹا بڑا ہر فعل درج ہوگا۔ موت کے آنے سے پہلے، آرزوؤں کے منقطع ہونے سے پیشتر خدا را غلط کاروں کا راستہ نہ اختیار کیجیے۔ نہ ظالموں کی پیروی کیجیے۔ ہاں ضعیفوں پر جفا کاروں کو مسلط نہ کر دیجیے ......

والسلام علیک یا امیرالمومنین و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔"

---

حضرت حسن بصری کے اس پند نامے سے جس کا بڑا حصہ اوپر مذکور ہوا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تابعی جلیل امام عادل کے لیے جو صفت عدل لازم قرار دیتا ہے وہ عام ہے جس سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہے حتیٰ کہ حاکم، گورنر، سالار فوج اور خود خلیفۂ وقت بھی۔ غرض امام حسن بصری کا یہ مکتوب صفات حاکم عادل کو بہت اچھی طرح واضح کر دیتا ہے کہیں وضاحت کے ساتھ کسی جگہ رمز و کنایہ میں!

رئیس احمد جعفری

# ایک اہم سوال

## حاکم اگر شروط کی پابندی نہ کرے؟

(سلسلۂ گزشتہ)

اگر کوئی حاکم ان شروط خلافت کا حامل نہ ہو، اور مسلمانوں کی رضامندی، رائے اور تائید کے بغیر مسند امامت (خلافت) پر قابض اور متصرف ہو جائے، اور عوامی تائید نہ پہلے حاصل کر سکا ہو، نہ اب، جیسا کہ ائمۂ ثلاثہ امام مالک، شافعی، اور احمد کا مسلک پہلے پیش کیا جا چکا ہے، یا جمہور کے فیصلے کے مطابق قرشیت کی شرط بھی اس میں نہ پائی جاتی ہو، یا اس کی جو بیعت کی گئی ہو وہ آزادی رائے کے ساتھ نہ کی گئی ہو بلکہ جبر و جور کا نتیجہ ہو، یا وہ حدود عدالت سے باہر نکل گیا ہو۔ ان صورتوں میں جمہور فقہاء کا مسلک اور فتویٰ یہ ہے کہ اس کی خلافت، خلافت نبویہ نہیں تسلیم کی جائے گی۔ اس کی حیثیت صرف ایک دنیاوی بادشاہ کی ہوگی۔ اسی اصول کے ماتحت فقہاء یزید بن معاویہ کی خلافت کو ولایت خلافت نہیں مانتے، صرف ولایت خسروی تسلیم کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں امام ابن تیمیہ ارشاد فرماتے ہیں:

"اہل السنّت کا اعتقاد ہے کہ ایسا حاکم بادشاہ ہے خلیفہ نہیں۔ یا اسے صاحب سیف کہا جا سکتا ہے جیسا کہ بنو امیہ کے دوسرے لوگ تھے۔"

آگے چل کر اسی موضوع سے متعلق سلسلۂ بحث میں امام ابن تیمیہ نے ارشاد فرمایا ہے:

"اپنی ولایت میں یزید کا شمار یکے از ملوک و سلاطین تھا۔"

---

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ایسے شخص کی طاعت کی جا سکتی ہے یا نہیں؟
اگر کوئی شخص شرائط ولایت پورا کرتا ہوا امام بن جاتا ہے اور لوگ اس سے ارادت رکھتے ہوئے اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں، اور بغیر کسی جبر اور دباؤ کے اس کی بیعت کر لیتے ہیں تو بغیر کسی شک و شبہ کے اس کی طاعت واجب اور لازم ہے۔ کیونکہ وہ خلیفۂ برحق ہے اور ایسے شخص کے خلاف کوئی خروج اور بغاوت کرتا ہے، اور اس سے مسند خلافت چھین کر قیصر و کسریٰ کی طرح بادشاہ بن جاتا ہے تو وہ باغی ہے، اس کا قتل واجب ہے بجز اس صورت کے کہ وہ اپنی حرکت سے باز آجائے۔ حق کو تسلیم کرے، اور سمع و طاعت کی زندگی اختیار کرے، جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

"وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما، فان بغت احداھما علی الاخری، فقاتلوا التی تبغی حتی تفئ الی امر اللہ فان فاءت فاصلحوا بینھما بالعدل واقسطوا ان اللہ لا یحب المقسطین!"

یعنی: ـــــ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔ پھر (اس کے بعد) اگر ان میں کا ایک گروہ دوسرے کے خلاف زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جائے۔ پھر اگر رجوع ہو جائے تو پھر ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ اصلاح کر دو اور انصاف کا خیال رکھو بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے!"

---

اور اگر اس غاصب اور متغلب شخص کے سوا کوئی دوسرا امام اس وقت نہ ہو یا اس کی بیعت بہ رضا و رغبت یا بہ جبر و اکراہ اتمام تک نہ پہنچی ہو، تو ایسے بادشاہ کی طاعت واجب ہے جو شروط خلافت پورے نہ کرتا ہو۔

ملوک بنی امیہ کی طاعت پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت امام حسن بصری نے فرمایا:

"یہ ملوک بنی امیہ پانچ چیزوں میں ہم سے قریب ہیں:

۱۔ جمعہ کی پابندی

۲۔ جماعت کا قیام

۳۔ فئی (مالِ غنیمت)

۴۔ اسلامی سرحدوں کی حفاظت اور دفاع

۵۔ حدود (شرعی سزاؤں) کا نفاذ

ان پانچ چیزوں کے بغیر استقامت دین ممکن نہیں۔ اگرچہ یہ ملوک جور و جبر کے عادی ہوں اور ظلم و ستم کرتے رہتے ہوں۔"

ایسے ملوک وسلاطین کے بارے میں امام حسن بصری فرمایا کرتے تھے:

"یہ ملوک وسلاطین کیسی ہی ناروا حرکتیں کریں، اور لوگوں کو کتنا ہی ستاتے اور ظلم کرتے ہوں، لیکن یاد رکھو ان کی طاعت لازم ہے۔ ان کے خلاف خروج و بغاوت سے ہمیں منع کیا گیا ہے، اور حکم دیا گیا ہے کہ ان کے جبر و ظلم سے گلو خلاصی کے لیے ہم توبہ استغفار کیا کریں۔"

---

شرح مؤطا میں منقول ہے کہ امام مالک کی رائے تھی اور جمہور اہل السنت بھی ان سے متفق تھے کہ اگر ایسا امام ظالم ہو تو بھی اس کے خلاف خروج و بغاوت سے اس کی طاعت بہتر ہے۔ چنانچہ مرقوم ہے:

"ابن عبدالبر کا قول ہے کہ اہل حکومت کون ہے؟ اس باب میں اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد اہل عدل و احسان، اصحاب فضل و دین ہیں۔ اور ان سے نہ جھگڑنا چاہیے۔ کیا تمہیں نہیں معلوم اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لاینال عھدی الظالمین!"

البتہ طوائف معتزلہ اور عامہ خوارج اس کے قائل ہیں کہ ظالم اور جابر کی حکومت سے

منازعت اور جنگ کی جا سکتی ہے۔

لیکن اہل السنت کا مسلک دوسرا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ ہونا تو چاہیے کہ امام فاضل عادل اور محسن ہو، لیکن اگر ایسا ممکن نہ ہو تو جابر فرماں روا پر بغاوت اور خروج کے مقابلے میں صبر ہی اولیٰ ہے۔ ورنہ امن کی جگہ بے امنی اور پراگندگی پیدا ہو جائے گی۔ انسانی خون ارزاں ہو جائے گا۔ قتل و غارت کا بازار گرم ہو جائے گا۔ اور یہ صورت احوال امام کے جور اور فسق سے بھی زیادہ بڑی ہے!"[1]

---

امام احمد کا مسلک بھی اس باب میں یہی ہے۔ وہ بھی خروج سے منع کرتے ہیں اور نہایت سختی سے منع کرتے ہیں۔ چنانچہ ان سے مروی ہے:

"بادشاہ کے پرچم تلے خواہ وہ عادل ہو یا جابر، صبر کرنا زیادہ بہتر ہے۔ حکام کے خلاف تلوار اٹھانا اگرچہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو، روا نہیں ہے۔"[2]

---

بہرحال یہ ہیں وہ افکار و آرا اس باب میں جو ائمہ اہل السنت امام مالک شافعی اور احمد بن حنبل سے منقول ہیں۔

لیکن امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ خلیفۂ وقت اگر اس بنیاد پر منتخب کیا جائے کہ عادل ہے، اور اسے عامۂ مسلمین کی تائید سے منتخب کیا جائے اور بعد میں یہ ثابت ہو کہ وہ تو فاسق ہے، تو اس کی اطاعت مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ بعض کہتے ہیں اس کی طاعت واجب ہے۔ اور برابر یہ سلسلہ رہے گا، اس لیے کہ اس کی بیعت کا حلقہ گردن میں پڑا ہوا ہے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ یہ انکشاف

---

[1] شرح المؤطا للزرقانی، ج ۲، ص ۲۹۲

[2] المناقب لابن جوزی، ص ۱۷۶

ہوتے ہی کہ وہ فاسق ہے بیعت خود بخود ٹوٹ جائے گی۔ اس کی طاعت واجب نہیں رہے گی ـــــ یہ رائے غیر جمہور کی ہے۔

---

لیکن جو شخص آزادانہ رائے سے خلیفہ منتخب نہ ہوا ہو۔ نہ اس کی بیعت خوش دلی کے ساتھ کی گئی ہو تو کہتے ہیں اس بارے میں تین اقوال ہیں:

پہلا قول:

طاعت ساقط، نہ امور طاعت میں اس کی طاعت کی جائے گی، نہ امور معصیت میں کیونکہ اس کی بیعت پایۂ تکمیل تک اس کے ظلم و فسق کی وجہ سے نہیں پہنچی۔ اور امور عدل میں بھی اس کی طاعت گویا ظلم کے سامنے سپر افگندہ ہوجانا ہے۔

یہ رائے خوارج کی رائے سے مشابہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل السنت اسے ترجیح نہیں دیتے۔ اگرچہ بعض لوگ ان میں سے اس کے قائل ہیں۔

دوسرا قول:

یہی قول زیادہ قوی ہے اور اکثریت اسی کی مؤید اور ہم نوا ہے۔

وہ قول یہ ہے کہ امور عدل میں ظالم (وفاسق) فرماں روا کی طاعت کی جائے گی، اور امور معصیت میں اس کی طاعت نہیں کی جائے گی جیسا کہ حدیث طبری میں وارد ہوا ہے:

"لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق!

یعنی خدا کے گناہ میں بندے کی طاعت نہیں کی جائے گی۔"

تیسرا قول:

اگر کوئی شخص بغیر اختیار و انتخاب کے والی بن بیٹھتا ہے، اور منصب امامت عظمیٰ پر قابض ہوجاتا ہے تو امور طاعت میں اس کی اطاعت کی جائے گی۔ اور اس کے وہ احکام نہیں مانے جائیں گے جن کی تعمیل سے معصیت لازم آتی ہو، خواہ یہ شخص امام (خلیفہ) بن بیٹھا ہو یا صرف

حاکم اور والی کے منصب پر فائز ہو۔

جو شخص امامت کبریٰ کی مسند پر از روئے تغلب جا براجا ہو، اور جو شخص کہیں کا والی بغیر انتخاب اور بیعت عوام کے بن بیٹھا ہو، ان دونوں صورتوں میں فقہاء فرق کرتے ہیں۔

پہلی صورت میں تغیر بغیر فتنہ و فساد کے ممکن نہیں ہے۔ اور فتنہ و فساد سے انارکی اور پراگندگی کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ انارکی اور پراگندگی کی صورت میں جو مظالم چند لمحوں کے اندر رونما ہو جاتے ہیں وہ استبداد کے سالہا سال کے دور میں بھی نہیں ہوتے

لیکن جو شخص زبردستی حاکم یا والی بن بیٹھا ہو اسے بدل دینا بغیر فتنہ و فساد کے بھی ممکن ہے، خاص طور پر اگر وہ شخص بھی اس کام پر آمادہ ہو جائے جو منصب امامت کبریٰ پر قابض ہو گیا ہے۔

---

ابن تیمیہ ان تینوں آراء میں سے درمیان کی رائے پسند کرتے ہیں، یعنی :

۱۔ امور عدل میں غاصب اور متغلب خلیفہ کی اطاعت کی جائے گی۔

۲۔ امور معصیت میں اس کی اطاعت سے انحراف و انکار کر دیا جائے۔

عامہ مسلمین اس پر متفق ہیں کہ امور معصیت میں کسی شخص کی اطاعت نہ کرنی چاہیئے۔ چاہے وہ خلیفہ ہو یا حاکم، یا والی۔[۵]

---

ان تمام افکار و آراء کو پیش نظر رکھنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اگر خلافت نبویہ کے مطابق ہے تو اس کی تو مکمل اور مطلق اطاعت کرنا چاہیئے۔

لیکن اگر آزادی رائے کے ساتھ منتخب شخص خلافت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد بدل جائے یعنی فسق و فجور کو اپنا شعار بنا لے تو ایسا شخص فوراً خلافت نبویہ کے دائرے سے باہر ہو جائے

---

۵ منہاج السنۃ ج ۲، ص ۸۶، ۸۷

گا۔ اور صرف ایک بادشاہ جور پیشہ رہ جائے گا۔ یہی صورت اس شخص کے ساتھ بھی پیش آئے گی جو انتخاب و انتخاب کے بغیر امام بن گیا ہو۔

---

ایسے خلیفہ یا امام کے بارے میں جمہور تین امور پر متفق ہیں:

۱۔ اس وقت تک خروج نہ کیا جائے جب تک اس اقدام سے فتنہ و فساد کا احتمال ہے کہ اس صورت میں حق ضائع ہو جائے گا، اور ایک استبداد پسند شخص ہوا و ہوس کے ماتحت حکومت کرتا رہے گا۔

۲۔ امور معصیت میں کبھی اور ہرگز اطاعت نہیں کی جائے گی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"مرد مسلم کو چاہیئے کہ پسندیدہ اور ناپسندیدہ امور میں بھی سمع و طاعت سے کام لے۔ لیکن اگر معصیت کا حکم دیا جائے تو پھر سمع و طاعت کی ذمے داری سے وہ سبک دوش ہے!"

۳۔ ظالم حاکم کے سامنے حق گوئی کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیئے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"دین نصیحت ہے۔"

عرض کیا گیا یا رسول اللہ کس کے لیے؟

آپ نے فرمایا:

"اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے اور ائمۂ مسلمین کے لیے!"

آپ کا ارشاد گرامی ہے!

"جور پیشہ فرماں رواکے سامنے کلمۂ حق بلند کرنا سب سے بڑا جہاد ہے۔"

اور اگر کوئی شخص اس کی استطاعت نہیں رکھتا کہ قول حق کہہ سکے تو اسے چاہیئے کہ اسے اپنے دل میں برا سمجھے۔ اور یہ ایمان کی کمزور ترین صورت ہے۔"

ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" سیکون امراء، فتعرفون وتنکرون فمن عرف بری و من انکر اسلم، و لعن من رضی وتابع !"

یعنی جس نے ایسے امراء کو ناپسند بھی نہیں کیا بلکہ ان سے خوشنود رہا، اور ان کی تعمیل کرتا رہا (وہ انہی میں شمار ہوگا!)

لوگوں نے عرض کیا:

" یا رسول اللہ کیا ہم ایسے لوگوں سے مقاتلہ کریں ؟"

آپؐ نے فرمایا:

" نہیں "

---

بخاری اور مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس پر کوئی والی حاکم ہو، اور وہ شخص اسے معصیت الٰہی میں مبتلا دیکھے تو اسے چاہیے کہ اس کے اس فعل معصیت کو برا سمجھے، لیکن اس کی طاعت سے ہاتھ نہ کھینچے۔"